Research Journal
Tahqeeqat

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل
تحقیقات

شفق کے ناولوں میں عصری آشوب

Contemporary Turmoil in Shafaq's Novels

Ms. Zaiba Gulzar
Lecturer Department of Urdu, The University of Lahore, Lahore
Dr. Tahir Abbas Tayib
Assistant Professor Department of Urdu, GC Women University, Sialkot

زیبا گلزار
استاد شعبہ اُردو، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور
ڈاکٹر طاہر عباس طیب
استاد شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

Abstract

The novel serves as a reflection of human life and social realities. While novelists often explore the subtle emotions of love, they also incorporate contemporary turmoil and various tragedies as central themes. Shafaq has rapidly gained recognition in the literary world, establishing himself as a distinguished novelist. His works, such as Kanch Ka Baazigar, Badal, and Kaboos, delve into themes of terror, fear, oppression, and contemporary chaos, making them stand out. Rooted in the stylistic influences of a particular era, his novels address global and contemporary issues with remarkable depth. Politics, the struggles of third-world countries, the tragedy of 9/11, its repercussions, and the underlying motivations behind it form the essence of his storytelling. Shafaq boldly critiques global monopolists, condemning the monstrosities of war, terrorism, exploitation, and colonialism. He also highlights the plight of Muslims in India, exposing political strategies, systemic oppression, and the brutal realities of global colonialism. By intertwining these issues with the discourse surrounding 9/11, he raises profound questions that compel intelligent and conscious readers to reflect deeply. His characters resonate with the modern era, cementing his unique position among contemporary novelists.

Keywords: *Novel, Social Realities, Contemporary Turmoil, Tragedy, Terrorism, Oppression, 9/11, Colonialism, Political Strategies, Exploitation, Modern Era*

کلیدی الفاظ: ناول، سماجی حقائق، عصری ہنگامہ، المیہ، دہشت گردی، جبر، نائن الیون، استعمار، سیاسی حکمت عملی، استحصال، جدید دور

ناول انسانی زندگی اور سماجی حقیقتوں کی عکاسی کرتا ہے۔ ناول نگاروں نے جہاں محبت کے لطیف جذبات کو ناولوں میں سمویا ہے وہیں عصری آشوب اور مختلف سانحات کو بھی بطور موضوعِ خاص برتا۔ شفق نے ناول اور افسانہ نگاری میں کم وقت میں نام بنایا ہے۔ جن کا پورا نام شفیق احمد خاں اور قلمی نام شفقؔ ہے، انہوں نے ادبی و تخلیقی سفر کا آغاز چوتھی سے پانچویں جماعت ہی میں کر دیا۔ بطور تخلیق کار ان کی پہچان شاعری، افسانہ اور ناول نگاری ہیں۔ لیکن ان کے ناول جو دہشت، خوف، جبر، عصری آشوب اور حسیت کے عکاس ہیں ان میں سرِ فہرست "کانچ کا بازی گر، بادل اور کابوس" ہیں۔ شفق کے ناول ایک خاص دور کے طرزِ اسلوب پر مبنی ہیں۔

ناول "کانچ کا بازی گر" کا آغاز دھماکے، سازش اور صفائی مہم کی دہشت ناک فضا سے ہوتا ہے اور پوری کہانی میں ایک خوفناک منظر ہے جو ہندوستان کے اندرونی حالات و فسادات، فرقہ واریت اور دہشت گردی سے متعلق ہے۔ جبکہ ثانوی پس منظر میں خوف اور تباہی کی فضا غالب ہے۔ کئی علامتوں میں سانپ، بھیڑیا، بلی، کبوتر اور سیاسی تباہی کا منظر نامہ نظر آتا ہے۔ غیر روایتی چونکا دینے والے انداز میں صفائی مہم پر معمور ایمبولنس پر لوگوں کے جا کر واپس نہ آنے کا ذکر ہے۔ فسادات میں لوگوں پر جبر کا استعارہ تو دوسری طرف موت کا منظر ہے:

"نہ جانے وہ کون ہے جس نے صفائی کی مہم شروع کی ہے، بس اچانک وہ آجاتا ہے گھر کے لوگ ایک ایک کر کے ایمبولنس میں سوار کرائے جاتے ہیں۔ پھر دروازہ مقفل کر دیا جاتا ہے۔ نہ جانے کب کس کے دروازے پر وہ آجائے۔ ہم سب تو باری کے منتظر ہیں۔"(۱)

تھانے میں بلبل کے بچے کا مرنا معصوم اور بے گناہ لوگوں کی موت کا اشارہ ہے۔ سانپ گردن کاٹنے اور خون پینے میں مصروف ہے۔ کبوتر، مرغی، بلی، خرگوش، منّا، سب مرکزی کردار "مَیں" کے ساتھ مزاحمت کرتے ہیں جو انصاف اور برابری کا خواہش مند ہے۔ وہ نہ صرف خود کوشش کرنے کی اہلیت رکھتا ہے بلکہ عوام کو بھی آمادہ کرتا ہے:

"ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم یقین اور غیر یقینی کی صلیب پر عیسیٰ بن گئے ہیں۔ ریزہ ریزہ ہوتی اکائیوں نے ریت کو پانی اور پانی کو ریت سمجھنے کے فریب میں اتنے دنوں مبتلا رکھا۔۔۔ اور ہم جب بھی کسی کام کے لئے باہر نکلتے ہیں تو گمراہی کا احساس جاگ اٹھتا ہے اور ہمیں یقین نہیں ہوتا کہ ہم جس کام کے لئے جارہے ہیں، کیا واقعی وہی کام کرنا ہے۔"(۲)

ناول میں راجیش جی، ایمبولنس، پوسٹ مارٹم روم، بھیڑیے اور ہتھیاروں کا خاص طور پر ذکر ہے۔ دھوپ یہاں امن اور بہتری کی علامت ہے۔ مرکزی کردار "مَیں" سب کو ظالم بھیڑیے اور سانپ سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ اسی کے سامنے اس کے بچے اور بیوی کا خون کر دیا جاتا ہے وہ کوشش کے باوجود بھی درندوں سے نہ بچا سکا۔ سانپوں کا ہر طرف ہونا، دشمنوں کی بہتات کی علامت ہے۔ تمام کردار زخمی، شکست خوردہ، اکتائے ہوئے تلاشِ امن میں سرگرداں ہیں۔ وہ لوگوں کو خالی کاغذ پر بامعنی لفظ بانٹنا چاہتا ہے اور عمل کی ترغیب دیتا ہے:

"مگر لوگ بار بار کے بہلاوے سے بھی تنگ آچکے ہیں۔ وہ اصرار کرتے رہے ہمیں تحفظ چاہئے۔۔۔"(۳)

ناساز گار ماحول میں خود کلامی دہشت، ابابیل کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مرکزی کردار "مَیں" کو سزا کے طور پر پاگل خانہ بھیج دیا جاتا ہے اس کے باوجود وہ بیوی بچے اور کئی لوگوں کے قتل کے منظر کو بھول نہیں پاتا۔ مزید اسی کردار کے ماضی کی جھلکیاں ہیں کھوپڑی کا پٹ کھلنا، سوچ اور شعور کی بیداری کی علامت ہے۔ مردہ شہر کی ویرانی ایک بے ترتیب ابہام سے پُر رہبری کے شوق میں خواری، جھنڈ سے بچھڑا پرندہ، لہو، لاشیں، ہڈیاں، جسم کے حصے، آبرو ریزی، معصوم عورت کے استحصال کی عکاسی ہے۔ مٹی کا کبوتر، چنبیلی، سانپ، اندھیرے گھروں کی ہولناکی مسلسل دہشت کو بڑھا دیتے ہیں۔ بھوک، آزمائش، غذا کی قلت ہے۔ خون کا پینا، بچوں کا کتابیں پھاڑ ڈالنا، دکانوں کا جلانا سب تخریبی عناصر کی نشاندہی ہیں۔ آدمی کی زندگی اس کے لیے سزا بن جاتی ہے۔ تنہائی، لوگوں کی بند آنکھیں، کوفت سب کردار "مَیں" کو مزید صدمے سے دوچار کر دیتے ہیں۔

غرض لوگوں میں وہم کی کائی جمی ہوئی ہے اور وہ خوابوں خیالوں کی دنیا سجائے گم ہیں۔ ہاتھ زبان، ہڈیاں، انسانی اعضاء کی بے معنویت زبان سے خون کا بہنا سب خوفناک مناظر ہیں۔ آنکھیں اور ضمیر کہیں خوابِ غفلت کی اندھی گھاٹیوں میں سونے کی علامت ہیں۔ اس کارواں میں لوگ مزاحمت کے لیے تیار، مگر دھندلاہٹ ہے۔ برف پگھل کر لہو کی صورت ہو رہی ہے، موت اس کی اذیت، برابری کی خواہش ہے سامراجیت کی نفی ہے۔ حکومت اور اس کے کارندے لبوں پہ قفل ڈالے دم سادھے ہوئے ہیں۔ جنگ نہیں بلکہ فرض جاری ہے۔ پورا ماحول طوفانی پس منظر میں ڈوبا ہے اور ہر طرف نفسا نفسی ہے گویا زندگی ایک سزا ہے۔ وہ بند آنکھیں کھول کر دوبارہ اپنے بیوی بچے کے متعلق سوچنا شروع کر دیتا ہے۔

افراتفری میں ملکہ کی بے یارو مددگاری کا قصہ بھی ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ بارش عذاب کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ دھماکوں کی گھن گرج سے عوام میں خوف اور وحشت ہے۔ لوگ آزادی کے لیے جان قربان کرتے ہیں۔ مرکزی کردار موت کا خونی منظر اور جلتے لوگوں اور گھروں کو بچانا چاہتا ہے لیکن وہ ناکام رہتا ہے۔ آگ کے شعلے، وحشیانہ قہقہے، برابری اور امن کا پیغام سیاسی دھوکا دہی اور مکر فریبی کا پردہ بھی چاک ہوتا ہے۔ غرض دھوئیں اور دھند سے کوئی منظر صاف نہیں۔ دفاتر کا جلنا، ویرانی، بے عملی، بھیڑیوں کا سرِعام گھومنا پھرنا اور پُراسرار بادل دکھائی دیتے ہیں۔ وہ تباہی اور اس کے سدِباب کے لیے سب کو پکارتا ہے لیکن کسی کو اسکی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ڈاکٹر قیام نیّر لکھتے ہیں:

"کانچ کا بازیگر راوی ہے جو سچائی کا علم بردار ہے اور جسے عوام الناس کا مخلص رہبر قرار دیا جاسکتا ہے۔" (۴)

مذکورہ ہیبت ناکی سے تنگ آکر وہ کسی عامل کو ڈھونڈتے ہیں تو انہیں بتاتا ہے کہ یہ تو آغاز ہے ابھی مزید خونریزی ہوگی، لوگ مریں گے، لیکن کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔ سب مایوس ہو کر لوٹ آتے ہیں۔ ملکہ کے کارندے بھی اپنی ہی عیاشیوں میں گم ہیں انہیں عوام کے دکھ سکھ کی کوئی پرواہی نہیں۔ لیکن لوگ بیدار ہو کر اپنا حق وصول کرنا چاہتے ہیں۔ دھواں، آگ، دھماکے، بادل، بھیڑیے، سانپ، ساری فضا میں خوف دکھائی دیتا ہے۔ ناول کی وحشت ناکی دراصل مصنف کے درون کی ہیبت ناکی کا مظہر ہے:

"اور رات کے پرندے مقبروں اور کھنڈروں سے نکل آئے تھے ہوا سسکیاں بھر رہی تھی۔ قہقہے چیخوں میں تبدیل ہو گئے تھے، پھر ہوا کے دوش پر قدموں کی چاپ ابھری پھر دھواں اٹھا پھر چیخوں سے آسمان کانپا اور پھر رات آنکھوں میں کٹ گئی۔" (۵)

اس سب کے باوجود حکمران طبقہ عیش و عشرت میں مشغول ہے۔ جب جدوجہد کرنے اور کچھ بدلنے کا خواب رکھنے والے لوگ گھروں کو واپس گئے تو سب بدل چکا تھا۔ ان کے گھر، رشتے، نقشے، خون، ہڈیاں اور تعفن ان کی منتظر تھی۔ گویا ایک ایسا پنجہ جو مسلسل آسیب کی طرح خوف، بھوک، مہنگائی اور تباہی پھیلا رہا ہے۔ حکومتی اور سرمایہ دارانہ لوگوں کے جھوٹے وعدے اور نعرے تواتر سے جاری ہیں:

"سنو کہ سازش کیا ہے۔۔۔ ہمیں غیر محفوظیت کی اس منزل پر پہنچایا جارہا ہے جہاں احساس کی ساری رگیں شل ہو جاتی ہیں، ہونٹ ٹھٹھر جاتے ہیں، قوتِ مدافعت دم توڑ دیتی ہے اور اسے جواز بنایا جائے گا۔۔۔ بس کسی بھی لمحے ایک دھماکہ ہوگا اور جب ہماری آنکھیں کھلیں گی تو۔۔۔؟" (۶)

ناول میں حکومتی چالاکیاں، مجبوریاں، ماتحتوں کی غداری، محافظوں کی غفلتیں، عورتوں کی عصمت دری اور بغاوت کا ڈر، غرض رات کی تاریکی اور خاموشی میں کئی راز پنہاں رہتے ہیں۔ عوام کے جان و مال کا تحفظ کرنے والے ہی لٹیرے ہیں۔ حکومت اپنی رعایا کی حالتِ زار پر نوحہ خوانی کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"نظم و نسق بونوں کے ہاتھوں میں تھا ہفتوں خبروں کا بازار گرم رہا، مگر لوگوں کا دل انجانے خوف سے دھڑکتا رہتا، ٹیکس پہلے ہی کیا کم تھا؟ جتنا خرچ ہوا ہے اس میں ملک کا ہر فرد لکھ پتی بن جاتا، غدار گھروں کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے۔ خسارہ پورا کرنے کے لئے پھر ہمارا خون نچوڑا جائے گا۔" (۷)

وہ شخص جو کانچ کا بازی گر ہے لڑتے لڑتے دکھ سہتے سہتے چور ہو چکا ہے، مگر اپنے افراد کے مسائل سے پھر بھی غافل نہیں ہے۔ کانچ کے بازی گر کی جدوجہد پر یہ ناول اختتام پذیر ہوتا ہے دوسری طرف ملکہ بھی مر جاتی ہے اور اس کا بیٹا عوام سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اس کے پاس عوام کے لیے کوئی ہمدردی اور جذبہ نہیں رہتا۔ بالآخر جب کھانا ملتا ہے تو لوگوں کی کھانے کی چاہ ہی مر جاتی ہے۔

تیسری دنیا کے تحت آنے والے جتنے بھی افراد ہیں وہ محض جی حضوری پر معمور ہیں، اپنا لہو جلانا، ہڈیاں تڑوانا، ان کی شاید تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔ جس سے وہ چاہ کر بھی پیچھا نہیں چھڑوا سکتے۔ کانچ کا بازی گر ہی پوری کہانی کا ہیرو اور جدوجہد کا نمائندہ ہے۔ وہ آواز جو بے چین کیے رکھتی اور مسلسل پکارتی رہتی ہے وہ دراصل اس کے ضمیر کی آواز ہے جو اسے برابر کوشش اور حرکت پر آمادہ کرتی ہے اور سونے نہیں دیتی۔ یہ پورے سیاسی نظام کو بے نقاب کر کے رکھ دیتا ہے۔ کہ کیسے خود ہی وہ اپنے لوگوں کو پہلے اذیت پہنچاتے ہیں اور پھر بذاتِ خود ان کے ہمدرد بن جاتے ہیں۔ جن عورتوں کے سہاگ انہی کی شہ پر قتل اور گمشدہ ہوئے تھے وہی ان کو دلاسے بھی دے رہے تھے مگر انتظار میں بیٹھی افسردہ عورتوں کی حقیقت شناسی یہ واضح کرتی ہے کہ وہ ظلم اور اس کے مہروں سے آگاہ ہیں، ان کی آنکھیں بیدار ہیں۔ یہیں ناول اختتام پذیر بھی ہو جاتا ہے:

> "ماتاؤ اور بہنوں۔۔۔ ہم آپ کے لئے بہت دکھی ہیں اور کوشش کر رہے ہیں۔۔۔ انھوں نے طویل سانس لی، ان کی تلاش جاری ہے، ہمیں وشواس ہے کہ وہ جہاں بھی ہیں خیریت سے ہیں اور بہت جلد آپ سے آملیں گے۔۔۔ جھوٹ بالکل جھوٹ، ان کے ہونٹ لرز رہے تھے۔۔۔ کاش کوئی ہمارا حافظہ چھین لے، ان آنکھوں کی روشنی چھین لے کہ وہ منظر یاد نہ آسکے۔"(۸)

جلے مکانوں کے مکینوں کو جن کا سب کچھ لٹ چکا تھا انہیں چند کھانے کے پیکٹ اور دلاسوں سے بہلایا جا رہا تھا اور یہ مرہم رکھنے والے کوئی اور نہیں بلکہ وہی کارندے ہیں جو پہلے سب جلانے کے ذمہ دار تھے۔ گھروں میں آگ لگا کر ان کے مکینوں کو بے گھر کر دیا گیا تھا، اور وہیں سیاسی کارگزاریوں کے دفاتر کھول لیے گئے تھے۔ گھر جلا کر حادثے کروا کر بعد ازاں بھاری معاوضے دے کر خون اور لاشوں کے منظر کے بعد بھی کچھ نہیں بدلتا۔ ذات پات اور مذہب کی نفرت کا بیج جوں کا توں ہی رہا۔ بالآخر وہی مخصوص طبقہ اپنے حصے بانٹ لیتا ہے:

> "میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں، عہدے تقسیم ہو رہے ہیں، بلند و بانگ دعوے کیے جا رہے ہیں،۔۔۔ غداروں کا احترام کیا جا رہا ہے، نو سکھئے ہیرو بن گئے ہیں۔ میں سب کچھ سن رہا ہوں، چہ میگوئیاں، سرگوشیاں اندر ہی اندر جوالا مکھی پک رہا ہے بد ظنی جھنڈے گاڑ رہی ہے۔ میں سوچتا ہوں لوگوں کو بتاؤں کہ کیا ہوا ہے اور کیا ہونے والا ہے۔ مگر نہ جانے کیوں زیادہ جان لینے پر بولنے کو جی نہیں چاہتا۔"(۹)

شفق کا یہ ناول جدید ادب سے تعلق رکھتے ہوئے کئی لحاظ سے مختلف بھی ہے۔ جس میں ایک مثالی زندگی کی تعبیر میں ہیرو کی عمر گزر جاتی ہے اور اطمینان و خوشی کی تلاش و جستجو ہی میں کہانی کا خاصہ اور مدعا ہے۔ بقول اصغر علی انجینئر:

> "اس کا ہیرو شروع سے آخر تک جدوجہد کرتا ہے۔۔۔ ایسی جدوجہد انتقادی شعور اور انتقادی رویے کے ساتھ ہی کی جا سکتی ہے۔۔۔ اس ناولٹ کا ہیرو بھی ہر تبدیلی کے بعد نئی حقیقتوں کی تلخیوں سے دوچار ہوتا ہے لیکن جدوجہد پھر بھی کرتا ہے۔"(۱۰)

کہیں کہیں ان کا اسلوب آسان کہیں پیچیدہ ہے اور مطلب وہ پڑھنے والے کی منشاء پر چھوڑ دیتے ہیں۔

شفق کا دوسرا ناول "بادل" ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا جو بنیادی طور پر ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ناول کا انتساب "امن کے نام جس کے خلاف جنگ چھیڑ دی گئی ہے۔" بھی معنی خیز طنز رکھتا ہے۔ بین الاقوامی دہشت گردی کے پس منظر کے باعث طنزیہ لہجہ ہے کہ نائن الیون کے بعد مسلمانوں کو بنا کسی ثبوت کے موردِ الزام ٹھہرا کر ذہنی ونفسیاتی اذیت پہنچائی گئی۔ یورپی دنیا اور امریکہ نے کیسے سازشوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مسلمان کی شناخت ہی اس کی سب سے بڑی کمزوری بنا دی گئی۔ ان حالات کے پیشِ نظر مصنف نے یہ ناول لکھ کر حقائق کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ بقول ڈاکٹر احمد صغیر:

> "اس ناول میں موجودہ دور کے مسلمانوں کی بے چینی، اضطراب اور خوف و دہشت کو مؤثر ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے۔"(۱۱)

ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر دھماکہ، مسلمانوں پر ظلم و ستم، بے جا پابندیوں اور جفا کے پہاڑ ٹوٹتے ساری دنیا نے دیکھے۔ ایک شخص کو حملہ آور قرار دے کر لاکھوں لوگوں کا نہتا خون بہایا گیا۔ ان کے علاقوں گھروں ہر چیز کو ملیامیٹ کر دیا گیا جبکہ مکمل ثبوت تھے ہی نہیں کہ یہ کام اسی شخص نے کیا ہے یا نہیں۔ ایسی صورت میں تمام حساس اور صاحب جرأت و صدق نے اس موضوع کو اپنی تخلیقات میں جگہ دی اور انہی حالات کا اثر تھا کہ شفق نے یہ ناول تحریر کیا۔ ان کی خصوصی نظر ہندوستان اور دنیا بھر میں ہونے والی دہشت گردی، فرقہ پرستی اور بربریت پر ٹھہرتی ہے۔ خصوصاً جو ناروا سلوک مسلمانوں سے دنیا بھر میں کیا جا رہا ہے اس پر ان کا جی کڑھتا اور قلم صفحۂ قرطاس پر موتی بکھیرتا ہے۔ ڈاکٹر یحییٰ ابدالی رقم طراز ہیں:

> "ان کے یہاں بھی مسلمانوں کی عام بدحالی، بے چینی اور کس مپرسی پر اپنے ناول کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور فرقہ وارانہ فسادات، فرقہ واریت اور اس کی کش مکش کے نتائج پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔"(۱۲)

یہ ناول مختصر مگر معنویت اور واضح اہمیت کا حامل ہے۔ "بادل" ایک علامت بن کر خوف و ہراس کا ترجمان ہے۔ جس میں چھپا ہوا دھواں کسی بستی کو تباہ کر کے اس کی شناخت کو بھسم کر سکتا ہے۔ مرکزی کردار خالد اس صورت حال سے سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ کہانی شروع بھی اسی کے دفتر میں پہلے دن سے ہوتی ہے۔ شومئ قسمت کہ جس روز خالد نوکری پر جاتا ہے اسی دن ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ٹاور دھماکے سے اڑا دیئے جاتے ہیں۔ ہر جانب خوف و ہراس اور بے یقینی جس سے مسلمان بطور خاص زیرِ عتاب آئے کا بیان ہے۔ خالد کے ذریعے نہ صرف نائن الیون اور اسکے اثرات کا بیان ہے بلکہ معاصر سیاسی، سماجی اور خصوصاً معاشی مسائل کی جانب بھی اشارہ ہے۔ خالد گویا قاری اور مصنف کے جذبات و خیالات کا ترجمان ہے۔ جس کے دل و دماغ میں کئی سوالات اٹھتے ہیں جو پڑھنے والے کے ذہن میں بھی جنم لیتے ہیں۔ مرکزی کردار خالد پر مصنف نے بہت وقت صرف کیا ہے۔ لڑکی کا ایک پُراسرار سا کردار ہے جس کا کوئی نام نہیں لیکن تفصیل اچھی خاصی ہے۔ اس کے گھر کی ویرانی کا ذکر بھی بھرپور جزئیات کے ساتھ ہے۔ سادھو کی اس لڑکی کے باپ (پروفیسر) سے بات چیت کو بھی ڈرامائی انداز میں پیش کیا گیا ہے یہاں بادل دراصل موت کی علامت ہے۔ کہیں طنز بھی ہے اور جدیدیت کے نام پر ایسا کھوکھلا پن کہ اصل چہرہ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ ناول میں ایسے جملے اور اشارے ملتے ہیں کہ وہ ضرب المثل یا اقوالِ زریں کا درجہ رکھتے ہیں اور کہیں انسانی نفسیاتی گرہیں کھولتے نظر آتے ہیں:

> "منظر کی خوبصورتی اور بد صورتی کا تعلق انسانی دل سے ہے، دل خوش ہو تو سب بھلا لگتا ہے۔"(۱۳)

ناول کا دوسرا حصہ اس پُر اسرار لڑکی کے بارے میں ہے جو خالد کو آفس کے پہلے دن ملی اور اچھی بھی لگی۔ جس کی سرد مہری کی وجہ مصنف نے فلیش بیک تکنیک سے واضح کی ہے۔ اس کی آپی اور والد کی وجہ سے امجد سے اس کی نفرت کی قلعی بھی کھولی ہے لیکن سب کرداروں کے سامنے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا دھماکہ بھی نمایاں رہتا ہے۔ اگلا باب شروع ہی ٹریڈ سنٹر کی تفصیل اور اس حادثے کے بیان سے ہوتا ہے۔ جس میں طنزیہ اسلوب بھی نمایاں ہے۔

"آنکھوں کی زبان دنیا کی سب سے سچی زبان ہے اور خدا نے عورت کو اس زبان کے سمجھنے اور سننے کی خاص صلاحیت ودیعت کی ہے۔"(۱۴)

لڑکی اور خالد کے دفتر کا ماحول اور تبصرہ نائن الیون حادثے پر ہے۔ جہاں عام عوام اور ان کی اس پر مختلف النظر رائے کا اظہار کیا ہے۔ زیادہ تر بحث ومباحثہ جو ہندوستان حکومت کے بیان کے باعث امریکہ کے حق ہی میں تھا اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے لیکن یہ اہم ہے کہ کوئی بھی پس منظر میں جھانکنے کی کوشش نہیں کر رہا۔

مسلمانوں کو نظر انداز کیا جانا، دھنگے فساد سب موجود ہے۔ خالد کے معمولات اور مکان کی تلاش میں دشواری، نعیم کی دوستی، رامو کی مسلمان کے لیے تعصب بھری سوچ کی عکاسی ہے۔ خالد حالاتِ حاضرہ، امریکی خبروں اور لوگوں کے تبصروں پر بھی دھیان دیتا ہے۔ جو کئی طالبان کے حق میں، کوئی مخالفت میں اور کوئی اس پر بے باکانہ اور غیر جانبدارانہ لیکن اصولی بات کر کے اب کی بے حسی کو سامنے لا رہے ہیں۔ دہشت گردی میں پاکستان سے بیر اور تلخی بھی نمایاں ہے۔ دو ہندوؤں کی زبانی مسلمانوں کے انتہا پسند اور دہشت گرد ہونے کے علاوہ ان کی آپسی ناچاقی، بے مروتی و بے حسی پر بھی طنز ہے۔ جو جنت اور جہاد کے نام پر بے گناہ انسانوں اور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ ان کرداروں کی گفتگو سے ایک مسلمان کی تکلیف عیاں ہے جو خالد محسوس کرتا ہے۔ وہ ہر لمحہ اسی طرح کے حالات سے نبرد آزما رہتے ہیں دنیا میں جہاں بھی بڑا حادثہ ہو الزام مسلمانوں ہی پر آتا ہے۔ نفرت اور پالیسیاں ایسی ہیں کہ ہمیشہ ایک ساتھ رہنے کے باوجود بھی جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے ہیں ان کا حال ناگفتہ بہ ہے:

"آوازوں کا ایک جنگل ہے جس میں حقیقت کھو گئی ہے اور ہم سُراب کے پیچھے بھاگے جا رہے ہیں۔"(۱۵)

مصنف نے ساری صورتِ حال اور امریکی چالبازیوں کو سامنے رکھتے ہوئے منطقی انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ یہ امریکی جنگی جنون ہے جو اتنے ایٹمی ہتھیار بنانے کے بعد بے گناہ مسلمانوں کے خون کے درپے ہے۔ علاوہ ازیں طالبان اور ان کی اس قدر کٹر متعصبانہ سوچ کے اسباب کو بیان کیا ہے۔ سب کردار کسی نہ کسی کرب میں مبتلا ہیں۔ سب کے ساتھ کچھ نہ کچھ حادثہ ہوا ہے جس کے پیشِ نظر وہ ایسے ہو گئے ہیں:

"مختلف سمتوں سے اُٹھنے والے جنگ کے بادل ایک نقطے پر سمٹتے جا رہے تھے۔"(۱۶)

نعیم کی کہانی بھی بڑی سنجیدہ اور کرب ناک ہے۔ جو اس کے بچپن کے تجربات باپ کی لاپرواہی کا نتیجہ تھی۔ والد کی حادثاتی موت نے تمام عمر نعیم کو ندامت اور پچھتاوے کے اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا۔ خالد کی گمشدگی اور اس کے ملنے تک عجب کلائمکس اور ڈرامائی تجسس عروج پر رہا کہ نجانے اگلے لمحے کیا ہو؟ یہ ناول نگار کے حسنِ قلم کا جادو ہے کہ قاری آخر تک پڑھے بغیر کہانی ختم نہیں کرتا اور نہ ہی دلچسپی کم ہوتی ہے۔ یہ سادہ الفاظ میں لکھی پُر اسرار کہانی ہے جس کے ساتھ ساتھ ہی پڑھنے والا سفر کرتا ہے۔ ناول میں "بادل" اشارہ ہے۔ کہیں ٹھنڈک تو کہیں ہیبت ناکی

کا۔ یہ وہ اندھا بھنور ہے جو موت کی صورت دہشت گردی کی آڑ میں سب کے اور خاص طور پر مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ ابتداء میں ناول منظر نگاری سے بھرپور ہے۔ شفق نے کافی محنت سے ارد گرد کی فضابندی اور ماحول کی عکاسی پر وقت صرف کیا ہے۔

ناول "بادل" ایک خاص معنویت کے سبب لکھا گیا ہے۔ جس میں مصنف نے علامت اور استعارے سے کام لیا ہے۔ یوں تو بادل قدرت کے حکم کا پابند اور فطری اصولوں پر کاربند رہتا ہے۔ لیکن ناول کا مرکز وہ بادل ہے جو فطری اور قدرتی اقدار سے ہٹ کر ظالم کی سی صورت لیے پوری دنیا پر چھا جانے اور اسے اپنی لپیٹ میں لینے کے درپے ہے۔ یہ کئی معنویتوں کے ساتھ ہے لیکن جہاں بھی مرکزی کردار سلمیٰ کا ذکر آتا ہے وہیں بادل ایک مہیب سائے کی طرح چھا جاتا ہے اور اس کے گھپ اندھیر مستقبل کی وعید سنانے لگتا ہے۔ یہ خالد اور سلمیٰ کی کہانی تو ہے ہی لیکن جنگ و جدل، بے چینی، اضطراب امریکی اقدامات بھی ایسے بیان ہوتے ہیں کہ وہی بنیادی اور مرکزی نقطہ بن جاتا ہے۔ یہ صرف امریکی ہتھکنڈوں کی روداد نہیں بلکہ اسی کے زیرِ اثر چلنے والی ہندوستانی سیاست اور اس کی دوہری پالیسی، بے حسی، مفاد پرستی اور مسلمانوں کو کچل ڈالنے کا منصوبہ اور اقدامات کی بھی بڑی بے درد عکاسی ہے۔

مرکزی کردار سلمیٰ اور خالد کے علاوہ رامو، راجیش، نعیم، رشی وغیرہ ضمنی کردار کہہ سکتے ہیں۔ کچھ ہندو کردار بھی آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے گردو پیش میں چھائی جنگ و جدل کی فضا پر تبصرہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ ناول رومانوی جذبات کے ساتھ ساتھ اس ہولناکی کا بھی بھرپور اظہار یہ ہے جس سے نائن الیون کے بعد مسلمان دوچار ہوئے۔ یہ مسائل محض سیاسی، سماجی یا معاشی نوعیت کے نہیں تھے بلکہ ان کا نفسیاتی اثر بہت گہرا تھا اور انہی مسائل کی ترجمانی یہ ناول بھی کہیں نہ کہیں کرتا ہے۔ درحقیقت یہ دو سے تین اشخاص یا دنیاؤں کی کہانی ہے۔ ایک خالد جس کی اپنی زندگی حالات و واقعات اور مسائل ہیں، دوسری سلمیٰ جس کی زندگی کا المیاتی تصور ہی پوری کہانی پر حاوی رہتا ہے۔ تیسرا قصہ نعیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا مزاج اور شخصیت کی خستہ حالی بھی یونہی نہیں بلکہ بچپن میں والد کی بے توجہی کے باعث تھا۔ یہ بھی باور کرایا گیا ہے کہ اولاد کی تربیت اور ان پر چھوٹی عمر ہی میں توجہ دینا کتنا اہم ہے کہ یہی ان کی شخصیت کو بگاڑنے اور سنوارنے کے کام آتا ہے۔ کرداروں میں مشترکہ عنصر ان کے المیے، دکھ اور سب سے بڑھ کر ہندوستان میں رہتے ہوئے اقلیتی حیثیت ہے۔ یہ سب مسلمان ہیں اور یہی ان کا جرم ہے ہر وقت طنز و ملامت ہوتی رہتی ہے اور وہ اس منافقت کے گرم بازار میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔

نعیم کا خالد کو شہر کے معاملات سے بعض رکھنا کہ یہاں کچھ بھی نہیں کہنا یا کسی کی بھی باتوں پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں۔ معنی خیز، ماحول کی ابتری، کشیدگی اور عصری آشوب کو سامنے لاتا ہے کہ یہ ایسی صورت ہے چاہے جتنا مرضی غلط ہو رہا ہو دیکھنے والے بول نہیں سکتے۔ ناول کا انجام طربیہ اور ڈرامائی ہے۔ یہ وہ ہنسی خوشی رہنے کی خواہش ہے جس کی تکمیل مصنف اپنی کہانی سے کرنا چاہتا ہے۔ بہر حال اختتام بہت ہی معمول کے مطابق ہے جو قاری کو چونکنے پر مجبور نہیں کرتا۔

مرکزی توجہ رومانوی قصہ پر ہے۔ اسی پس منظر میں مسائل ابھرتے ہیں۔ ناول میں جزئیات اور فضابندی پر خاصی محنت صرف کی گئی ہے بعض اوقات یہ منظر کشی اتنی دلدوز ہو جاتی ہے کہ قاری بھی ساری صورتِ حال کو ذہن میں ضرور لاتا ہے اور ان نہتے مسلمانوں کے خون پر کفِ افسوس تو کم از کم ضرور ملتا ہے۔ ناول جس زمانے میں لکھا گیا تب علامت اور استعارے کو خاص رواج حاصل تھا۔ شفق نے اس سے کام بھی لیا تو نہایت سادگی اور روانی سے کہ وہ استعارہ بھی بہت واضح ہو کر اپنے معنی سمجھاتا ہے۔ اسلوب میں خاص روانی اور سلاست ہے۔ یہ بھی مصنف کا کمال ہے کہ جو خبریں اور حقیقی واقعات تھے ان کو بھی کرداروں کے ذریعے ادا کروایا ہے۔ ایک خامی بھی ہے کہ ہندی کردار کبھی اردو میں تو کبھی ہندی میں محوِ گفتگو نظر آتے ہیں جو ایک فنی کمزوری ہے۔ جب ایک بار ہندی میں بات کر رہے ہیں تو دوسری مرتبہ بھی اسی زبان کا سہارا لینا چاہیے

تھا۔ ناول جہاں بارہا عصری آشوب کو سامنے لاتا ہے وہیں مختلف شواہد و دلائل کی رو سے یہ بھی باور کراتا ہے کہ مسلمانوں کے منظم قتل کی سازش کی آڑ میں یہ حملہ ہوا اور اسی کو بنیاد بنا کر اتنے سال ہزاروں افراد کی تباہی و بربادی کی کہانی شروع کی گئی:

> "ایک ساتھ چار طیاروں کا اغواہ بھی امریکہ جیسے ملک میں یہ معمولی لوگوں کا کام نہیں ہو سکتا، یہ منظم سازش ہے، کیا پوری دنیا میں کہیں بھی مسلمان اتنے منظم اور متحد ہیں۔ ابھی کے منظر نامے میں ایسا لگتا ہے وہ مارنے کے لیے نہیں مرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔"(۱۷)

ناول کی ساری فضا میں جہاں رومان اور محبت کی کسک ہے اس سے کہیں زیادہ حبسیاتی ماحول اور گھٹن موضوع ہے۔ جس میں عام انسان اور بالخصوص ایک شریف النفس مسلمان کا سانس لینا انتہائی کٹھن ہے۔ کبھی منظر نگاری خوشگوار اور کہیں اس میں اسی خوف کی کار فرمائی در آتی ہے جو قاری پر بھی ہیبت طاری کر دیتی ہے۔ سلمٰی کی کہانی میں موت کی چہل پہل ہے وہ اس بیرونی ماحول پر بھی چھائی ہوئی ہے۔ کبھی کبھار بادل کا ذکر اور اس سے سورج کی روشنی پھوٹنا بھی استعارہ بن جاتا ہے کہ سب کو یکساں مواقع میسر آئیں گے:

> "دو بجے دن میں بارش کا زور ٹوٹا، بادلوں کے ٹھہرے ہوئے لشکر میں ہلچل ہوئی، بڑے کالے ٹکڑوں کی اوٹ سے سورج کی کرنوں نے جھانک کر دیکھا، پتیوں پر رکی ہوئی بوندیں، موتیوں کی طرح چمکنے لگیں۔"(۱۸)

کبھی کبھار سلمٰی جسے ایک مرد کے دھوکہ دینے سے ٹھیس پہنچی تھی کے خدشات کا ذکر ہے۔ بعد ازاں مردوں کی مخالفت یا ان سے دور بھاگنے کی ایک وجہ بھی سامنے لائی ہے۔ کہیں طنزیہ منظر اور اسلوب غالب ہے۔ ہندو کرداروں کی باہمی گفتگو سے پاکستان مخالف بیانات اور خیالات و افکار بخوبی واضح ہیں۔ شفق نے ناول میں بادل کا استعارہ اس معنویت اور پُر زور انداز میں برتا ہے کہ کرداروں کی نفسیاتی سطح کو بھی متاثر کرتا ہے۔ وہ مسلسل اس حصار میں قید ہوتے جا رہے ہیں کہ غم ہی ان کا مقدر ہے:

> "مَیں نے کہا تھا نا، آنسو جس کا مقدر ہو وہ اس سے کہاں بھاگ سکتا ہے، ایک کالا بادل ہمیشہ کے لیے میرے گھر پر سایہ فگن ہو گیا ہے، میں اس سے نہیں نکل سکتی، میرے مقدر میں خوشیاں نہیں مجھے بھی مرنا ہو گا۔"(۱۹)

افغان طالبان نے عورتوں کو باندی اور گھر ہی کا قیدی بنا کر رکھ دیا ہے ہندو کردار اس کی بھی زبردست مخالفت کرتے ہیں۔ کہیں زندگی اور اس کی حقیقتوں کی عقدہ کشائی کی ہے تو کہیں حالاتِ حاضرہ کی اور خوف و ہراس کے ساتھ ساتھ پولیس اہلکاروں اور غنڈہ راج کی مکاری و عیاری کو بے نقاب کیا ہے۔ مسلمانوں کی انتہا پسندی پر بھی چبھتا ہوا طنز ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمان مذہب پر عمل کریں یا نہ کریں، دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے مذہب کہیں پیچھے چھوٹ جاتا ہے لیکن اسی کے نام پر قتل کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کی اسی کم عقلی اور جذباتیت کا فائدہ استعماری و غیر ملکی قوتیں اٹھاتی ہیں:

> "مسلمانوں کو دھرم کے نام پر بھڑکانا بہت آسان ہے۔۔۔ دنیا میں کسی اور دھرم کے ماننے والے اتنے سنویدن شیل نہیں ہوتے، مسلمانوں کو سورگ جانے کی بڑی لالچ ہے، وہ وہاں جانے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ یہ ایسا منتر ہے جو جوان بوڑھے بچے کو من مگدھ کر دیتا ہے اور اسی کا اتی وادی فائدہ اٹھاتے ہیں۔"(۲۰)

طالبان نے مذہبی کٹرپن اور سختی سے ملک وملت کو کئی سال پیچھے ہی رکھا۔ علاوہ ازیں امریکی سازشوں اور خبروں کے تناظر میں ایک منجھا ہوا سیاسی و معاشرتی تبصرہ بھی شامل رہتا ہے۔ سرکاری افسروں اور بھارتی سیاسی بھتہ خوروں سے نفرت وغصے کا اظہار تو کہیں عصری حقیقتیں بھی ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ خوف اور جبر کا ماحول مسلسل جاری وساری ہے جو کہ ان کرداروں کی گفتگو سے بھی واضح ہے:

"جیسے فساد کے زمانے میں شہر فوج کے حوالے کر دیا جاتا ہے، زمانۂ امن میں یہ شہر غنڈوں کے حوالے ہے، خالد یہاں کوئی محفوظ نہیں، کہیں کسی کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"(۲۱)

حکمران اور سیاسی گروہ ہمیشہ عوام کے مفاد اور بہتری کے برعکس ہی فیصلہ کرتے نظر آئیں گے اور آگ کو مزید شعلگی عطا کرنے میں پیش پیش ہی رہتے ہیں۔ یہ ناول اپنے اندر معنویت اور خصوصیت کا حامل ہے۔ مصنف نے تخلیقی ذمہ داری نبھاتے ہوئے اپنے سماج اور بین الاقوامی دنیا کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ افراتفری، فسادات اور گروہی منافرت کے دور میں بھی شفق انسانیت کا پیغام عام کرتے ہیں۔ مشرف عالم ذوقی لکھتے ہیں:

"شفق نے عام طور پر سماجی رشتوں اور عالمی دہشت پسندی سے وابستہ واقعات و حادثات کو اپنی کہانیوں اور ناول کا موضوع بنایا ہے۔ لیکن ان ناولوں میں انسانیت کا پیغام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ کابوس اور بادل شفق کے ایسے ناول ہیں جو فرقہ واریت کی مدہم روشنی میں محبت کی الکھ جگاتے ہیں۔(۲۲)

مصنف نے ناول میں جس تکنیک کا سہارا لے کر مقصد ادا کیا ہے وہ مکالماتی انداز ہے۔ جن میں ایک خاص تسلسل اور توازن ہے سلاست اور روانی تحریر کی جان ہے۔ کہیں ہندو کرداروں کا مکالمہ ہندی زبان میں جس سے ان کے اس زبان پر عبور کا بھی پتا چلتا ہے۔ علاوہ ازیں اردو زبان و بیان بھی کافی اہمیت کا حامل ہے۔ بسا اوقات تحریر ضرورت سے زیادہ پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ اسلوب کو انہوں نے ممکنہ حد تک سادہ رکھنے کی سعی کی ہے۔ کہیں بھی عربی یا فارسی اسلوب کا سہارا نہیں لیا۔ اس لیے فطری پن قائم رہتا ہے اور مصنوعی نہیں لگتا۔ لیکن کبھی کبھار طنز اور کاٹ دار لہجہ بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ جس کی چبھن قاری بھی محسوس کیے بنا نہیں رہ سکتا۔ بقول منصور عمر:

"وہ مابعد جدیدیت کے دور میں جدیدیت سے گریز کرتا ہے جسے ایک خوش آئند تبدیلی کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔"(۲۳)

یہ ناول دہشت گردی کے متعلق تھا۔ بادل کا اظہاریہ ہر جگہ مثبت یا امید کے برعکس ظلمت اور تاریکی ہی کا ترجمان ہے۔ کہانی کے اختتام پر بادل کے لمبے سائے موجودہ صورتِ حال گھمبیر ہونے کے ساتھ مستقبل کے خطرات وخدشات کی بھی نشاندہی کرتے ہیں۔ ناول اپنے جدید طرزِ تحریر کے باعث ہلچل مچانے میں بھی کامیاب ہوا۔ بقول ڈاکٹر مشتاق احمد:

"بین الاقوامی سطح پر جس قسم کی بدنظمی، بے مقصدیت، انفعالیت، سیاسی درماندگی، اور آمرانہ سیاست کا بول بالا ہے اس کو ایک باشعور وحساس ذہن کس طرح محسوس کرتا ہے کا خلاصہ ناول ہے۔"(۲۴)

ناول میں کرداروں کے برعکس موضوع کو اہمیت دی گئی ہے۔ لیکن تاریخی دستاویز ہونے کے ساتھ ساتھ نفسیاتی حسیت کے اعتبار سے دلچسپ ہے کہ پورا پڑھ کر ہی دم لیا جا سکتا ہے۔ بقول ڈاکٹر امام اعظم:

"کہانی کا ٹریٹمنٹ ناول کی بساط پر بکھرے ہوئے کردار ہمیں آج کی حقیقتوں سے آشنا کرا رہے ہیں۔ ایک تاریخی پس منظر کو سمیٹنے کی کوشش کر رہے ہیں جو کل ماضی ہو جائے گا۔"(۲۵)

شفق ایک ذمہ دار لکھاری کی طرح جب قلم کو جنبش دیتے ہیں تو تمام گرد و پیش کے واقعات و سانحات پر ان کی نظر رہتی ہے۔ مصنف محض ان حادثات کو فکشن کی صورت میں پیش ہی نہیں کرتے بلکہ استعارات و کنایات کی مدد سے اس بربریت کے محرکات کو منطقی انداز میں سامنے لا کر اپنے قارئین کو جھنجھوڑتے ہیں۔ بقول امتیاز احمد علیمی:

"شفق کو اگر عصرِ حاضر کا نباض کہا جائے تو میرے خیال سے مبالغہ نہ ہو گا۔"(۲۶)

ناول تکنیکی و موضوعاتی حوالے سے تخلیقی کاوش ہے مکالمہ نگاری خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اس میں کوئی سُبکی، گرانی، مشکل یا الجھاؤ والی ہندی بھی نہیں بلکہ بہت شستہ اور رواں انداز میں انہوں نے اس ناول کو تخلیق کیا ہے۔

شفق کا تیسرا ناول "کابوس" ہے جو ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔ "کابوس" ایک بیماری ہے جس میں مبتلا فرد دورانِ خواب خوف، دہشت اور وحشت سے چیخنے چلانے لگتا ہے۔ وہ چلانے کی اگر کوشش کرتا بھی ہے تو آواز نہیں نکلنے پاتی۔ یہ ناول بادل ہی کی توسیع ہے جو عملی سیاست و دہشت کا بیانیہ ہے۔ کابوس ہندوستانی سیاسی نظام کی بربریت کو آشکار کرتا ہے۔ دہشت گردی کے پیشِ نظر ہندوستان میں جو حالات خراب ہوئے ان کی عکاسی مصنف نے بین الاقوامی مسائل کے ساتھ کی ہے۔ ناول ایک رات کی منظر کشی اور خالد کی واپسی کے منظر سے آگے بڑھتا ہے۔ خالد بہت سلجھا اور ملنسار انسان تھا واپس آتا ہے تو بدلا بدلا سا ہے۔ یہاں تک کہ اسے اپنی محبوبہ سلمیٰ بھی یاد نہیں۔ اس کے رویے میں اجنبیت عیاں تھی:

"سڑک اونگھ رہی تھی، نعیم جانتا تھا گلیاں جاگ رہی ہیں، اُن میں چھپی ہوئی آنکھیں اور کان کہیں
دُور کی آواز کے نگراں ہیں، مزاحمت کی حکمت عملی پر بحثیں ہو رہی ہوں گی۔"(۲۷)

پولیس کا ہندوستانی مسلمانوں سے امتیازی سلوک بھی سامنے ہے، سیاسی چالاکیاں ناروا سلوک، اپنے اپنے مفادات ہی کا بیان ملتا ہے:

"شہر کو جلانے، املاک کو نقصان پہنچانے اور انسانی خون بہانے سے ملک کی خوش حالی اور ترقی میں
کتنا اضافہ ہو گا جو یہ سرکار تخریبی ذہنیت کو پروان چڑھا رہی ہے۔"(۲۸)

خالد زخموں سے چور واپس آیا تو نعیم کے ساتھ ڈاکٹر اور قاری بھی اس کے زخموں کی شدتِ درد محسوس کرتے ہیں۔ خالد کا مزاج حالات کی سختی کے باعث بہت مختلف ہو گیا۔ اسے اغواء کرنے اور اذیت پہنچانے والے کوئی غنڈے یا بد معاش نہیں بلکہ خود قانون نافذ کرنے والے تھے جو اسکے ناکردہ گناہ کو منوانے کی کوشش کرتے رہے۔ ناول میں ہندو سیاستدانوں کی پالیسیوں اور گھناؤنی سازشوں کی قلعی بھی کھولی گئی ہے۔ جو نائن الیون کے رونما ہونے کے باعث اپنے ہی مفادات کو لیے خون کی ہولی کھیلتے رہے۔ عالمی دنیا کو اس ظلم کا جواز دہشت گردی کے خلاف آپریشن کے نام پر دے دیا جاتا ہے۔ مسلم دشمنی ہی درحقیقت دہشت گردی ہے:

"۱۱ ستمبر کے بعد وہ خوشی سے عالمی دہشت گردی کے خلاف لڑائی میں شامل ہو گئی، آج مسلم دشمنی
کا نام دہشت گردی ہے انھیں موقع مل گیا ہے اس لئے۔۔"(۲۹)

ناول کی رومانوی داستان پر جو اداسی، بے یقینی اور دھوئیں کے بادل چھائے ہیں ان حالات پر سوچنے پر ابھارتے ہیں اور اسی کے پس پردہ ہر ملک اور اس کی گھناؤنی سازشوں میں انسانیت کے قتلِ عام کی مذمت بھی ہے۔ امریکی سفارتی چالاکیوں اور ان کی منافقانہ ذہنیت کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک جملہ ملاحظہ ہو:

"امریکی ہتھیار بھی اچھے بناتے ہیں اور تابوت بھی۔"(۳۰)

ناول کے کردار عالمی حالات سے ڈرے سہمے دکھائی دیتے ہیں کہ کب وہ زیرِ عتاب آجائیں گے۔ اذیت ناک سزاؤں کے بعد بچ جانے والے افراد کے ساتھ بُرے سلوک کی اذیت ناکی قاری کو بھی جھنجوڑ دیتی ہے۔ مسلم طبقے کے ساتھ امتیازی سلوک تو کہیں ہندوؤں کا اپنے ملازموں کے ساتھ حسنِ سلوک دیدنی ہے۔ ناول میں رامو ایک ہندو ہونے کے باوجود قابلِ احترام ہے۔ کہیں کہیں ظریفانہ جملے اور زبان و بیان جو زیادہ تر نعیم اور خالد ہی کے درمیان ہیں زندگی کا پتا دیتے ہیں خالد مشکلات کی زَد میں بھی شعور و بصیرت کا حامل ہے:

"ٹریڈ ٹاور گرا اور اُس کے ملبے تلے پُرانی دنیا اس کے قاعدے قانون سب دب گئے، اب امریکہ نے نئی دنیا کی تعمیر کا کام شروع کیا ہے۔ اس نئی دنیا کا بادشاہ وہ خود ہو گا، دوسرے ممالک کے سربراہ گلے میں زنجیریں باندھے اس کے غلام، اُس کے اشارے پر سر اُٹھیں اور جھکیں گے۔" (۳۱)

ہندو قوم بھی سچ بولنے پر بغاوت کا طعنہ سنتی ہے لیکن ان نامساعد حالات میں بھی مسلمانوں میں جینے کی امنگ اور حوصلہ باقی ہے۔ جو اب بھی حالات سے لڑ کر ہمت باقی رکھے ہوئے ہیں۔

"مایوسی کے دلدل میں غرق ہو کر زندگی جہنم بنالینا مرد کا شیوہ نہیں، ہم کھیتوں کی منڈیر پر اُگی ہوئی دُوب ہیں دب دب کر نکلتے رہتے ہیں، جب تک زندہ ہیں پوری توانائی سے جی لیں، موت آئے گی مر جائیں گے۔" (۳۲)

بھارتی حکمرانوں کا ہر ہر قدم اور حرکات و سکنات امریکیوں کی خوشنودی کی خاطر ہے۔ مسلمانوں کو اذیت پہچانے میں آپسی گٹھ جوڑ کر بیٹھتے ہیں۔ اس سارے دھندے میں فوج اور پولیس کے افسروں سے جو کام لیا جاتا ہے، محض ایک کٹھ پتلی کا ہے اگر کہیں دشمن کے ہتھے چڑھ جائیں تو ساری عمر کے لیے ذہنی مریض بن جاتے ہیں۔ مسلمان علماء اور فرقہ بندیوں کی مذمت کی گئی ہے اور یہی سبب ہے کہ مسلمان مارے مارے پھر رہے ہیں:

"الگ الگ صوبوں میں صرف چہروں کے نقوش بدلتے ہیں مسائل سب کے یکساں ہیں۔ سب پیٹ اور پیسے کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔" (۳۳)

خالد کے احمد آباد سفر کی روداد اور ٹرین کا دلدوز واقعہ قاری کو بھی اس کی طرح چیخنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہ ہندو انتہا پسندوں کی جارحیت اور بربریت کی نقاب کشائی ہے۔ جو کار سیوک اور دھرم کے ٹھیکے دار بن کر سب کو تہس نہس، قتل و غارت، جلاؤ گھیراؤ، عزت و آبروؤں کی بے دریغ پامالی کر رہے ہیں انسانوں کو زندہ جلا رہے ہیں:

"میڈیا کو سوچ سمجھ کر رپورٹنگ کرنی چاہئے، مودی نے پریس رپورٹروں کو مشورہ دیا۔ ان کا انجام بھی ڈینل پرل جیسا ہو سکتا ہے۔" (۳۴)

ناول کا غیر متوقع انجام ہے۔ جس میں خالد کا کچھ پتا نہیں چلتا کہ وہ کدھر گیا۔ بوڑھے کا آبِ حیات کی تلاش میں قتل و غارت، بربریت اور کشت و خون دیکھ کر رنجیدہ ہونا فطری امر ہے لیکن یہ معنوی اشارہ ہے۔ بقول مہدی جعفری:

"ناول کابوس کے کردار سیاسی اور ہنگامی پس منظر میں بخوبی پیوست ہو گئے ہیں۔۔۔ حکمراں طبقے کی جارحیت اور مسلم طبقے کی تفکیری کیفیت اُبھر آئی ہے۔" (۳۵)

"بادل" اور "کابوس" جیسے ناول شفق نے نائن الیون کے بعد پیدا ہونے والی صورتِ حال کے تناظر میں لکھے ہیں۔ ان میں سماجی صورتِ حال نظر آتی ہے۔ مصنف نے انسانیت کو ترجیح دیتے ہوئے دہشت گردی کی لہر کے خلاف قلم اُٹھایا ناول کا اسلوب بیانیہ ہے۔ جس میں سادہ مکالمے

کہیں ظریفانہ اور طنزیہ لہجہ اپنا جادو جگاتا ہے۔ بسا اوقات قرأت پر بوریت اور صحافتی سپاٹ پن بھی محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس ناول کے جاندار مکالموں پر سید محمد اشرف رقم طراز ہیں:

> "مصنف کے اضطراب کا یہ عالم ہے کہ اس نے مکالموں کے سہارے پورا ناول لکھ دیا۔۔۔ بیشتر مقامات پر تخلیقی آگ نے مکالموں سے ترسیل کا بھی کام لیا ہے اور ماحول سازی کا بھی۔"(۳۶)

ناول کے تمام واقعات و محرکات کو بھی دیکھا جائے تو کہانی نامکمل ہے۔ نہ خالد کی موت کی خبر ہے نہ گمشدگی کی، گجرات اور احمد آباد کے واقعات بھی دھندلے ہیں، نہ خالد کی شادی ہوئی نہ نعیم کی، نا ان کے والدین کی شکر رنجی دور ہوئی۔ پورا ناول حیران کرتا ہے لیکن اختتام پر بوڑھے کردار اور اسکی حسرت و افسوس جو در حقیقت گاندھی کا کردار ہے وہ دھرتی کے باشندوں کو جلتے دیکھ کر رنجیدہ ہے۔ یہ دونوں ناول سلسلہ وار افغانستان سے شروع ہو کر گجرات فسادات کی کڑی کو ملاتے ہیں۔ جہاں بے جا انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے اور اس کا ماسٹر مائنڈ امریکا ہے۔

بحیثیت مجموعی شفق بطور ناول نگار ادبی دنیا میں اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ ان کی ناول نگاری سے نا صرف نثری ادب میں اضافہ ہوا بلکہ گردوپیش میں رونما ہوئے اس عصری آشوب کے متعلق مسلمانوں کا نقطۂ نظر بھی جانا جا سکتا ہے۔ انہوں نے پاکستانی میڈیا اور ثقافت و تاریخ کو پیش کیا۔ ان کا اسلوب بیک نظر محققانہ، افسانوی، تنقیدی اور صحافتی جہات رکھتا ہے۔ شفق دیگر ناول نگاروں کی طرح اپنے معاصر حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔ انہوں نے نائن الیون جیسے سانحے اور اس کی پیدا شدہ فضا کو ترجیح دی ہے۔ سماجی صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے انسانیت کی حمایت کی ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد اشرف کمال:

> "بادل اور "کابوس" جیسے ناول شفق نے نائن الیون کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال اور حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں تحریر کیے ہیں۔ ان ناولوں میں سماجی صورت نظر آتی ہے اور انھوں نے انسانیت کو ترجیح دیتے ہوئے دہشت گردی کی لہر کے خلاف قلم اٹھایا۔"(۳۷)

بحیثیت مجموعی شفق کے ناولوں کا موضوع عالمی اور عصری مسائل ہیں۔ ناولوں میں سیاست، تیسری دنیا کے ممالک کے مسائل، نائن الیون کا سانحہ، اثرات اور اس کے پس پردہ اسباب و محرکات ان کی کہانیوں کی روح ہے۔ وہ گردوپیش کی عفریت، دہشت گردی، بے جا استحصال و استعماریت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے مخصوص عالمی اجارہ داروں کو بے نقاب کرتے ہیں۔

شفق کے ناولوں میں عصری آشوب ملتا ہے۔ ان کے ناولوں میں مسلمانوں کی حالتِ زار کا نوحہ ہندوستان میں "کانچ کا بازیگر" سے شروع ہو کر "بادل" اور پھر "کابوس" میں جگہ پاتا ہے ہندوستانی سیاسی ہتھکنڈے، مسلمانوں کا استحصال، عالمی استعماریت، بربریت اس کی کڑیاں نائن الیون کی دہشت گردی سے جا ملتی ہیں۔ وہ اس ضمن میں اہم سوالات بھی اٹھاتے ہیں۔ جس سے ذی فہم و شعور قاری اس کے تئیں سوچنے پر مجبور ہوتا ہے۔ شفق کے کردار آج کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا اسلوب سادہ اور کئی جگہوں پر ابہام بھی ملتا ہے۔ دورِ جدید کے ناول نگاروں میں شفق منفرد مقام رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ شفق، کانچ کا بازی گر، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۱۔ ۱۲
۲۔ ایضاً، ص ۱۴
۳۔ ایضاً، ص: ۲۶

۴۔ قیام نیّر، ڈاکٹر، بہار میں تخلیقی نثر (آزادی کے بعد)، جلد اوّل، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص:۵۱

۵۔ شفق، کانچ کا بازی گر، ص:۱۰۰

۶۔ ایضاً، ص:۱۱۳

۷۔ ایضاً، ص:۱۲۸

۸۔ ایضاً، ص:۱۷۰

۹۔ ایضاً، ص:۱۷۷

۱۰۔ اصغر علی انجینئر، مشمولہ:۔ کانچ کا بازی گر، ایضاً، ص:۱۸۰

۱۱۔ احمد صغیر، ڈاکٹر، اردو ناول کا تنقیدی جائزہ، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، سن اشاعت ۲۰۱۵ء، ص:۱۸۲

۱۲۔ یحییٰ ابدالی، ڈاکٹر، اردو ناول کا تنقیدی جائزہ، پٹنہ: نیو کوالیٹی آفسیٹ پریس شاہ گنج، ۲۰۱۰ء، ص:۲۴۶

۱۳۔ شفق، بادل، پٹنہ: کراؤن آفسٹ پریس، سبزی باغ، ۲۰۰۲ء، ص:۳۶

۱۴۔ ایضاً، ص:۴۹

۱۵۔ ایضاً، ص:۷۸

۱۶۔ ایضاً، ص:۸۱

۱۷۔ ایضاً، ص:۱۶

۱۸۔ ایضاً، ص:۳۴

۱۹۔ ایضاً، ص:۷۰

۲۰۔ ایضاً، ص:۷۶

۲۱۔ ایضاً، ص:۱۱۹

۲۲۔ مشرف عالم ذوقی، اردو ناول کی گم ہوتی ہوئی دنیا، مشمولہ:۔ اردو ناول کی پیش رفت، منصور خوشتر، ڈاکٹر (مرتب)، لاہور: بھٹو پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۹ء، ص:۶۱

۲۳۔ منصور عمر، ڈاکٹر "جدید تر ناول نگار۔ شفق" مشمولہ:۔ بہار میں ناول نگاری ۱۹۸۰ء کے بعد، رئیس انور (مرتبہ)، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۱ء، ص:۱۴۴

۲۴۔ مشتاق احمد، ڈاکٹر، "تاثرات"، مشمولہ:۔ وراثت، شفق، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۳ء، ص:۱۶۱

۲۵۔ امام اعظم، ڈاکٹر، "شفق کے "بادل" سے اٹھتا ہوا دھواں"، بہار میں ناول نگاری ۱۹۸۰ء کے بعد، رئیس انور (مرتبہ)، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۱ء، ص:۷۹

۲۶۔ امتیاز احمد علیمی، شفق بحیثیت ناول نگار، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۴ء، ص:۱۰

۲۷۔ شفق، کابوس، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۳ء، ص:۱۳

۲۸۔ ایضاً، ص:۱۵

۲۹۔ ایضاً، ص:۳۴

۳۰۔ ایضاً، ص:۵۲

۳۱۔ ایضاً، ص:۷۶

۳۲۔ ایضاً، ص:۸۶

۳۳۔ ایضاً، ص:۱۲۴

۳۴۔ ایضاً، ص:۱۳۴
۳۵۔ مہدی جعفری، (فلیپ)، کابوس
۳۶۔ محمد اشرف، سید، تاثرات، وراثت، شفق، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۳ء، ص:۱۶۶
۳۷۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، "اردو ناول پر نائن الیون کے اثرات"، مشمولہ:۔ اردو ناول ڈیڑھ صدی کا قصہ (اوّل)، "ادبیات" (سہ ماہی) اسلام آباد: اکادمی ادبیاتِ پاکستان، شمارہ نمبر ۲۲۔۱۲۱، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۹ء، ص:۱۰۷

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Shafaq, Kanch Ka Baazi Gir, Dehli : Educational Publishing House, 2010 P:11-12
2. Ibid, P:14
3. Ibid, P:26
4. Qiyam Niyar, Dr. Bahhar Mein Takhleeqi Nasr (Azadi Ke Baad), Jald Awwal, Dehli : Educational Publishing House, P:51
5. Shafaq, Kanch Ka Baazi Gir, P:100
6. Ibid, P:113
7. Ibid, P:128
8. Ibid, P:170
9. Ibid, P:177
10. Asghar Ali Engineer, Mashmolah. Kanch Ka Baazi Gir, P:180
11. Ahmed Saghir, Dr. Urdu Novel Ka Tanqeedi Jaiza, Delhi: Educational Publishing House, 2015, P:182
12. Yahya Abdaali, Dr. Urdu Novel Ka Tanqeedi Jaiza, Patna: New Kwaleti Aafsit Press Shah Ganj, 2010, P:246
13. Shafaq, Baadal, Patan: Crown Ofsit Press, Sabzi Baagh, 2002, P:36
14. Ibid, P:49
15. Ibid, P:78
16. Ibid, P:81
17. Ibid, P:16
18. Ibid, P:34
19. Ibid, P:70
20. Ibid, P:76
21. Ibid, P:119
22. Musharraf Aalam Zoqi, Urdu Novel Ki Gum Hoti Hui Duniya Mashmolah: Urdu Novel Ki Paish Raft, Mansoor Khushter, Dr (Muratab), Lahore: Bhutto Printing Press, 2019, P:61
23. Mansoor Umar, Dr. Jaded Tar Novel Nigar .Shafaq Mashmolah Bahhar Mein Novel Nigari 1980 Ka Baad, Raees Anwar (Martaba), Dehli : Educational Publishing House, 2011, P:144
24. Mushtaq Ahmed, Dr, Shafaq Ke"Tasoorat Mashmolah Varasat ,Dehli: Educational Publishing House,2003, P:161
25. Imam Azam, Dr. Shafaq Ke "Badal " Se Athta Hawa Dhwan",Bahar Min Naaul Ngari 1980 Ke Bad, Raees Anor(Martabah),Dahli: Edukitional Publishing House,2011, P:79
26. Imtiaz Ahmed Alimi, Shafaq Ba-Hasiat Novel Nigaar, Delhi: Educational Publishing House, 2014, P:10
27 Shafaq, Kaboos, Dehli: Educational Publishing House, 2003, P:13
28. Ibid, P:15
29. Ibid, P:34
30. Ibid, P:52
31. Ibid, P:76
32. Ibid, P:86
33 Ibid, P:124
34. Ibid, P:134

35. Mehdi Jafferi, (Flip), Kaboos,
36. Mohammad Ashraf, Syed, Tasurat, Waarsat, Shafaq, Delhi: Educational Publishing House, 2003, P:166
37. Mohammad Ashraf Kamaal, Dr,"Urdu Novel Par Nine Eleven Ke Asarat Mashmolah. Urdu Novel Daidh Sadi Ka Qissa (Awwal), (Shmarah Islamabad: Akadmi Adbiyat Pakistan, Shumara No 121, 122, July Ta September 2019 P:107